حد رجم کی ضرورت اور قرآن وسنت سے اس کا ثبوت

مولانا ابوالفتح محمد یوسف
سابق رکن اسلامی نظریاتی کونسل

حدِ رجم کے بارے میں تفصیلات میں جانے سے پہلے چند باتوں کا جاننا ضروری ہے۔

ا۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَه، مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ وَمَالَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ۔ (سورة البقرة: ١٠٧)

ترجمہ:''کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ حق تعالیٰ ایسے ہیں کہ خاص انہی کی ہے سلطنت آسمان کی اور زمین کی اور تمہارا بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی یارمدد گار نہیں''۔

اس ساری کائنات ارضی وسماوی کی بادشاہت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اور اس میں قانون بھی صرف اسی کا چلتا ہے۔اللہ کی اس بادشاہت میں جب لوگوں نے حدود کو تجاوز کیا تو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سخت سزائیں ملیں۔قرآن پاک میں عموماً سات اقوام کی تباہی کا ذکر اجمالا یا تفصیلا بار بار ملتا ہے انہی اقوام میں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم بھی شامل ہے۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ان کی بداعمالی اور پھر تباہی کا تذکرہ یوں فرمایا ہے

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَاسَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ۔ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ۔ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ۔ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ۔ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ۔ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَه، كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ۔ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا۔ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ(سورة اعراف ٨٠ تا ٨٤)

ترجمہ:''اور ہم نے لوطؑ کو بھیجا جب انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم ایسا فحش کام کرتے ہو جس کو تم سے پہلے کسی دنیا جہان والوں میں سے نہیں کیا یعنی خواہش نفسانی پورا کرنے کے لیے عورتوں کو چھوڑ کر لونڈوں پر گرتے ہو۔حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ حد سے نکل جانے والے ہو تو ان سے اس کا جواب کچھ نہ بن پڑا اور بولے تو یہ بولے کہ ان لوگوں (لوط اور ان کے گھر والوں) کو اپنے گاؤں سے نکال دو (کہ) یہ لوگ پاک بننا چاہتے ہیں اور ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو بچا لیا مگر ان کی بی بی (نہ بچی) کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں سے تھی اور ہم نے ان پر ایک نئی طرح کا مینہ برسایا سو دیکھو تو سہی ان مجرموں کا انجام کیا ہوا''۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ "هم اول من ظهر علی ایدیهم اللواطة والسحا ق "(تفسیر قرطبی، جلد ١٣،ص٣٠٤) کہ لواطت اور سحا ق کا آغاز کرنے والے یہی لوگ تھے۔

قرآن کریم میں ان کے جرائم کی جو تفصیل بیان کی گئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے تمام جرائم کا اصل محور اجتماعی بے حیائی تھا اور اس کی وجہ سے وہ ایسے برے افعال کا ارتکاب کر رہے تھے جو اللہ کے غضب کو دعوت دینے والے تھے مثلا لواطت یعنی مردوں کی آپس میں بدفعلی اور سحاق یعنی عورتوں کی آپس میں بدکاری وغیرہ اور ان برائیوں میں اس حد تک بے باک ہوگئے تھے کہ کسی راہ گزر کو بھی معاف نہیں کرتے تھے۔میاں بیوی کا ان میں صرف تصور رہ گیا تھا اور عملا ایک دوسرے سے مکمل طور پر بے زار ہوچکے تھے۔ان کی بے حیائی اور بے باکی اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ جب چند فرشتے حضرت جبرئیل کی معیت میں حضرت لوطؑ کے پاس خوبصورت

لڑکوں کی شکل میں آئے تو اطلاع ملنے پر پوری قوم حضرت لوطؑ کے گھر کی طرف چڑھ دوڑی اور لوطؑ بے بسی کے عالم میں ان کو سمجھانے کی کوشش کررہے تھے جبکہ جبرئیل امین بھی ان کی اس بے باکی کا مشاہدہ کررہے تھے اور اللہ کا غیض وغضب بھی بادل کی طرح ان کی سروں پر منڈلا رہا تھا لیکن وہ اپنی بے حیائی اور سرکشی سے باز نہیں آرہے تھے اور فرشتوں کی، جو مہمانوں کی صورت میں تھے، بے حرمتی پر تلے ہوئے تھے۔حضرت لوطؑ کی اس شہر سے روانگی کے بعد رات کے آخری حصے میں ان پر سنگ باری شروع ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے لاکھوں کی آبادی کو جڑ سے اکھیڑ کر زمین کو ان پر اوندھا کر دیا گیا۔

جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ۔ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ۔ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ۔(سورة هود: ٨٢-٨٢)

ترجمہ :''سوجب ہما راحکم آپہنچا تو ہم نے اس زمین کا اوپر کا تختہ نیچے کردیا اور اس سرزمین پر کنکر کے پتھر برسانا شروع کئے جو لگاتار گر رہے تھے جن پر آپ کے رب کے پاس سے خاص نشان بھی تھا اور یہ بستیاں ان ظالموں سے کچھ دور نہیں ہیں''۔

بہت سی کافر اور مشرک قومیں جو اللہ کی باغی ہو چکی تھیں ان پر مختلف عذاب نازل ہوئے کچھ پانی میں غرق ہوئیں اور کچھ کو زمین میں دھنسا دیا گیا لیکن اس قسم کا عذاب کہ آسمان سے پتھر برسیں اور زمین کو اوندھا کر دیا جائے، سوائے اس قوم کے کسی قوم پر نازل نہیں ہوا اور ایک مسموم بجیرہ کے گندے اور کالے پانی کی صورت میں اس کو بے حیاء قوموں کیلئے عبرت بنا کر رکھ دیا گیا۔ سفر تبوک میں آپ ﷺ کا جب یہاں سے گزر ہوا تو فرمایا کہ اب بھی ان پر عذاب اسی طرح نازل ہو رہا ہے اور ہدایت کی کہ عاجزی کے ساتھ سر جھکا کر اس مقام سے گزر جاؤ۔القصہ لواطت ہو یا سحاق، اس واقعہ سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ ان کی تشریعی سزائیں بھی اسی نوعیت کی ہوں گی جس نوعیت کی تکوینی سزائیں تھیں۔

۲۔ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر دس ذوالحجہ کو اپنے خطبہ میں امت کو جو اہم احکام جاری فرمائے ان میں جان، مال، عزت وآبرو کی حرمت وحفاظت کو انتہائی تاکید کے ساتھ ذکر کیا فرمایا کہ:

ان دماء کم واموالکم و اعراضکم حرام علیکم کحرمة یو مکم هذا فی شهرکم هذا فی بلد کم هذا(بخاری، ص١٦،ج اول)

ترجمہ :'' تمہارے خون اور مال اور عزتیں آپس میں اسی طرح محترم ہیں جس طرح تمہارا یہ دن اس مہینہ اور اس شہر میں محترم ہے''۔

لہذا جان ومال اور عزت کی حفاظت ہر فرد کی ذمہ داری ہے۔جان کا تعلق حقوق العباد سے ہے اور اس کی بے حرمتی پر قصاص مشروع کیا گیا ہے۔مال کی بے حرمتی میں سرقہ اور راہزنی شامل ہیں اور اس پر قطع ید وغیرہ کی سزائیں ہیں اور اسی طرح عزت وآبرو کی پامالی پر حد قذف یا سوکوڑے اور یا رجم کی سزارکھی گئی ہے۔ان تمام سزاوں کو حدود کہاجاتا ہے جن کی نوعیت فوجداری جرائم کی ہے اور یہ خلافت کے دائرہ کار میں آتی ہیں اور اس کا فرض ہے کہ بغیر کسی رعایت کے ثابت ہونے پر ان سزاؤں کو نافذ کرے۔بحر الرائق شرح کنزالدقائق میں علامہ ابن نجیم یوں رقم طراز ہیں:

ففی حد الزنا صیانة الانساب و فی حد السرقة صیانة الاموال وفی حد الشرب صیانة العقول وفی حد القذف صیانة الاعراض والحدود اربعة۔

ترجمہ :''حدزنا کا مقصد انساب کی حفاظت ہے اور حد سرقہ کا مقصد اموال کی حفاظت ہے اور حد شرب میں عقل کی حفاظت ہے اور حد قذف میں عزت کی حفاظت ہے اور اس طرح سے حدود کل چار ہوتی ہیں''۔

۳۔اللہ تعالی نے زنا سے انسانوں کو بڑی تاکید سے روکا ہے حتی کہ دائرہ اسلام میں داخلے کیلئے عہد اسلام میں بطور شرط اس کو شامل کیا گیا۔قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

"وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً۔ وَسَآءَ سَبِيْلًا"

''کہ زنا کے قریب تک نہ جاؤ بے شک یہ فحش کام ہے اور برا راستہ ہے''

یعنی ایسے اسباب جوانسان کو زنا تک لے جاتے ہیں ان سے بھی پرہیز کرو ۔

اسی بارے فرمایا:

يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِى الصُّدُوْرُ(سورۃ مومن)

''کہ وہ اللہ آنکھوں کی خیانت اور بد نیتی سب سے واقف ہے اور ان سب کا حساب ہوگا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا'':

فزنا العين النظر و زنا اللسان المنطق والنفس تمنى و تشتهى والفرج يصدق ذلك او يكذب(مشكوة، جلد اول، ص ٢٠)

ترجمہ: ''آنکھ کا زنا دیکھنا ہے اور زبان کا زنا بات کرنا ہے اور نفس خواہش کرتا اور چاہتا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق کرتی ہے یا اسے جھٹلاتی ہے''۔

یہی بات دوسری حدیث میں ان الفاظ کے ساتھ بیان کی گئی ہے:

العينان زناهما النظر والاذنان زناهما الاستماع واللسان زناه الكلام واليد زنا ها البطش والرجل زناها الخطاوالقلب يهوى و يتمنى يصدق ذلك الفرج او يكذب۔ (رواه مسلم بحواله مشكوة، ص ٢٠،جلد اول)

ترجمہ: ''آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے اور کانوں کا زنا سننا ہے اور زبان کا زنا بات کرنا ہے اور ہاتھ کا زنا پکڑنا ہے اور پاوں کا زنا چل کر جانا ہے اور دل خواہش و آرزو کرتا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق وتکذیب کرتی ہے''۔

اسی طرح وہ تمام آلات موسیقی جو انسان میں غلط خواہشات پیدا کرنے کا سبب بنتے ہیں ان پر بھی اسلام نے پابندی عائد کی ہے۔اللہ تعالی فرماتے ہیں:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْن۔(سورة لقمن:٦)

ترجمہ: ''اور ایک وہ لوگ ہیں جو خریدار ہیں کھیل کی باتوں کے تاکہ گمراہ کریں اللہ کی راہ سے بن سمجھے اور ٹھہرائیں اسی کو ہنسی وہ لوگ جو ہیں ان کو ذلت کا عذاب ہے''۔

قال الحسن لهو الحديث المعازف والغنى(تفسير قرطبی، ص ٤٨،جلد ١٤) کہ'' لھو الحدیث سے مراد ساز،گانے ہیں''۔چنانچہ راگ وساز اور موسیقی کے تمام آلات جو جنسی خواہشات کو جنم دیتے ہیں اسلام نے ان سے سختی سے منع کیا ہے۔اسی طرح اللہ تعالی ارشادفرماتے ہیں:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ۔(سوره نور: ٣٠)

ترجمہ: ''آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں''۔

اسی طرح ارشادفرمایا:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ

ترجمہ:''اور مسلمان عورتوں سے کہہ دیں کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں''۔

کہ شرم گاہوں کی حفاظت صرف اسی صورت میں ہوسکتی ہے جب مردوعورت کی نگاہیں نیچی رہیں اور ایک دوسرے سے نہ ملیں۔

ایک اور مقام پرفرمایا:

ترجمہ:''اور اپنے پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ ان کا مخفی زیورمعلوم ہوجاوے''۔

کہ یہ نہ ہو کہ زیوروں کی جھنکار کسی بدنیت آدمی کے کانوں تک جاپہنچے جس سے اس کے دل میں گناہ سے متعلق خیالات پرورش پانا شروع کردیں اس لئے مخفی زینت کے اظہار سے بھی منع فرمادیا۔یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ اس قسم کے احکامات کا مقصد عورت کو اپنے گھر میں محصور کرنا نہیں ہے بلکہ اس کی زینت کو مخفی رکھ کر اس کی خوبصورتی کو مزید جلوہ گر بنایا جارہا ہے کہ یہ جتنا مستور رہیں گی اتنی ہی زیادہ محفوظ رہیں گی اور اتنا ہی زیادہ ان کے خاوندوں کیلئے ان میں کشش کا سامان ہوگا۔اسی لئے ارشادفرمایا:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ۔ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ۔ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔(سورة احزاب: ٥٩)

ترجمہ:'' اے نبی کہہ دے اپنی عورتوں کو اور اپنی بیٹیوں کو اور مسلمانوں کی عورتوں کو کہ نیچے لٹکا لیں اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں اس میں بہت قریب ہے کہ پہچانی پڑیں تو کوئی ان کو نہ ستائے اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان''۔

اور ارشاد فرمایا:

وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ۔ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔(سورۃ النحل:۸۹)

ترجمہ: ''اور وہ (اللہ) کھلی برائی اور مطلق برائی اور ظلم کرنے سے منع فرماتے ہیں۔ اللہ تعالی تم کو اس لئے نصیحت فرماتے ہیں کہ تم نصیحت قبول کرو''۔

مزید فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ۔ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔(سورۃ الاعراف: ۲۸)

ترجمہ: ''آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالی فحش بات کی تعلیم نہیں دیتا۔کیا خدا کے ذمے ایسی بات لگاتے ہو جس کی تم سند نہیں رکھتے''۔

القصہ لواطت، زنا، سحاق اور ان کے مبادی جن میں گلوکاری موسیقی اور وہ تمام گناہ جن کا تعلق دل ودماغ یا آنکھوں سے ہے، یہ سب سابقہ تمام شریعتوں میں یکساں طور پر ممنوع اور حرام رہے ہیں کیونکہ اللہ تعالی نے کبھی فحشاء یا فاحشہ کی اجازت نہیں دی۔ یہ تمام شیطانی اعمال ہیں جن پر آمادہ کرنے والا شیطان ہوتا ہے۔جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ (سورۃ بقرۃ:۱۶۹)

ترجمہ: '' وہ (شیطان) تم کو ان ہی باتوں کی تعلیم کرے گا جو کہ بری اور گندی ہیں اور یہ کہ اللہ کے ذمے وہ باتیں لگاؤ جس کی تم سند نہیں رکھتے''۔

لہذا یہ اشیاء تمام ادیان میں برابر کے گناہ ہیں۔اس لئے سب سے پہلی بڑی آسمانی کتاب توراۃ میں جس پر عمل کرانے کیلئے ہزاروں انبیاء مبعوث ہوئے اس کے بارے قرآن میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ۔ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ۔(سورۃ مائدہ:۴۴)

ترجمہ: ''ہم نے توراۃ نازل فرمائی جس میں ہدایت تھی اور وضوح تھا۔انبیاء جو کہ اللہ تعالی کے مطیع تھے اس کے موافق حکم دیا کرتے تھے اور اہل اللہ اور علماء بھی بوجہ اس کے ان کو اس کتاب اللہ کی نگہداشت کا حکم دیا گیا تھا اور وہ اس کے اقراری ہو گئے تھے''۔

اور اسی طرح تمام آسمانی کتب سے آخری اور سب سے بڑی کتاب یعنی قرآن میں تمام بے حیائی کے کاموں سے روکنے اور ان جرائم کے صادر ہونے پر سزا دینے میں کوئی لچک نہیں ہے۔

چنانچہ توراۃ میں فرقان کے حوالے سے جن دس چیزوں کو حرام کیا گیا قرآن میں بھی بعینہ انہی دس چیزوں سے منع کیا گیا ہے ان میں سے ایک یہ ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَاظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ۔

''کہ بے حیائی کے ظاہر اور پوشیدہ کاموں کے قریب تک نہ جاؤ''۔

موجودہ دور میں جب کہ دنیا ایک بستی کی صورت اختیار کر چکی ہے،فساد اور نقض امن کے ایسے ایسے تکنیکی اسباب پیدا ہو چکے ہیں کہ ایک چھوٹی سی حرکت پوری انسانیت کی تباہی کا سبب بن سکتی ہے۔اسی طرح معاشرتی اور معاشی حوالے سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ایسے تکنیکی طور طریقے وجود میں آچکے ہیں کہ اگر ان کو صحیح انداز میں استعمال کیا جائے تو یہ انسانی آسودگی کا باعث بن سکتے ہیں۔سوشلزم، کمیونزم اور کیپٹل ازم کی صورت میں اس آسودگی کے حصول کیلئے بہت سے تجربات کئے جا چکے ہیں لیکن ان سب کی ناکامی نے یہی بات واضح کی ہے کہ یہ سب نظام اسلام کے برخلاف فطرت کے اصولوں کو مکمل طور پر نظر انداز کرتے ہیں۔ان تجربات کی ناکامی پر ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ان نظاموں کے مؤیدین دین فطرت یعنی اسلام کی طرف مائل ہوتے اور اس کے جامع نظام کا مطالعہ کرتے لیکن ستم بالائے ستم یہ کہ یہ لوگ اسلام کا مجموعی مطالعہ کرنے کے بجائے ایک دو مسائل مثلاً حدود وقصاص وغیرہ کو لیکر اس کو بدنام کرنے کے درپے ہو گئے۔ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ محض تعصب کی بنا پر لوگوں کو اسلام اور اس کے نظام سے دور رکھنے کی کوشش کررہے ہیں اور ان کو اصل حقائق تک پہنچنے سے روک رہے ہیں۔اسلام کے اصولوں میں یہ بات شامل ہے کہ اجتماعی امن پیدا ہو اور ہر خاص و عام کے مابین ایسا معاشی توازن پیدا ہو کہ انسان تو کجا کوئی جانور تک بھی بھوکا نہ رہے چاہے وہ جنگلوں اور بیابانوں میں ہی کیوں نہ رہتا ہو۔

اجتماعی امن اور آسودگی کے حصول کیلئے اور زندگی کے ہر میدان میں ترقی کے حصول کیلئے اسلام نے بہترین اور منصفانہ اصول وضع کئے ہیں۔مثلاً تجارت کا میدان لے لیں کہ اسلام نے سود، قمار، جوا، چور بازاری اور ذخیرہ اندوزی جیسے وہ تمام کام ممنوع قرار دیئے ہیں جو کسی بھی درجہ میں لوگوں کے استحصال کا سبب بنتے ہیں اور منافع بخش تجارت کے ایسے ضوابط دیئے ہیں جو معاشی استحکام اور ترقی کا باعث بنتے ہیں اور یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ کوئی شخص بھی کسی دوسرے کا استحصال نہ کرسکے۔ اسی مقصد کیلئے اسلام میں جہاد کو عبادت گردانا گیا ہے تاکہ جو دنیا ظلم وستم کی چکی میں پس رہی ہو اسے اس ظلم سے نجات دلائی جائے تاکہ لوگ اپنے کھانے کمانے اور مالکانہ حقوق رکھنے میں مکمل طور پر آزاد ہوں اسی طرف آپ ﷺ نے اپنے اس نامہ مبارک میں اشارہ فرمایا جو آپ ﷺ نے کسریٰ کی جانب بھیجا تھا کہ:

"انی ادعوکم من عبادة عبادالله الی عبادة الله "الحدیث

ترجمہ:''میں تم کو اللہ کی بندوں کی بندگی کو چھوڑ کر اللہ کی بندگی اختیار کرنے کی طرف بلاتا ہوں''۔

کسی ملک کی ترقی کا راز اس ملک کی امن وامان کی صورتحال پر ہے کہ وہاں لوگوں کی جان، مال اور عزت محفوظ ہو اور امن و امان کے حصول کے لیے اسلام میں دو چیزوں پر زور دیا گیا ہے ایک تو یہ کہ لوگوں میں احتساب کا احساس اور خدا خوفی عقیدے کی شکل اختیار کرلے جیسا کہ فرمایا کہ "اما من خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوى فان الجنة هى الماوى"

دوسری چیز یہ کہ لوگوں میں قانون کا خوف بھی موجود ہو اسی لئے قرآن پاک میں اللہ تعالی نے مسلمانوں کی ضرورت بیان کرتے ہوئے ان کے سفروں کا ذکر کیا ہے فرمایا:

عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔(سورة مزمل: ۲۰)

ترجمہ:''جانا کہ کتنے ہوں گے تم میں بیمار اور کتنے اور لوگ پھریں گے ملک میں ڈھونڈتے اللہ کے فضل کو اور کتنے لوگ لڑتے ہوں گے اللہ کی راہ میں''۔

یعنی کہ تمہیں دو قسم کے سفر درپیش ہوں گے ایک تجارت کا اور دوسرا سفر بغرض جہاد۔

اور ارشاد فرمایا کہ:

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ۔ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ

ترجمہ:''اس واسطے کہ مانوس رکھا قریش کو، مانوس رکھنا انکو سفر سے جاڑے کے اور گرمی کے''۔

کہ خشکی کے دو سفر ہیں جن میں کئی ماہ لگ سکتے ہیں اور ان کی کامیابی کیلئے یہ ضروری ہے کہ نہ تو رستے میں جرائم پیشہ لوگوں کا خطرہ ہو اور نہ ہی اہل خانہ کے بارے کسی قسم کا خوف دامن گیر ہو۔اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ؛

فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ

ترجمہ:''سو چاہے کہ بندگی کریں اس گھر کے رب کی''۔

کہ اپنے مرکز سے بھی رابطہ استوار رہے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت اور وحدت ہمہ وقت دل میں قائم رہے تا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تجارت اور سفر گناہ کا سبب بن جائیں۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ حقیقی ترقی کیلئے امن ناگزیر ہے اور اس مقصد کیلئے اسلام جہاں اخلاقی ہدایات اور قانونی راہنمائی دیتا ہے وہیں اس امن کو ختم کرنے والوں کیلئے تادیبی طریقہ کار بھی متعین کرتا ہے تا کہ اس امن کو دوام حاصل ہو اور حدود کی سزائیں اسی پروگرام کا حصہ ہیں۔چنانچہ نقص امن کا باعث بننے والے چند لوگوں کا ان سزاؤں کی زد میں آنا ظلم نہیں بلکہ عین انصاف ہے۔

بحث دوم :حد رجم کا شرعی ثبوت: . حد رجم کے ثبوت پر امت کا اجماع ہے۔درج ذیل احادیث سے عملی اور قولی تواتر ثابت ہوتا ہے جو حد رجم کے ثبوت کی دلیل ہے۔

ترجمہ : حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک جوان آیا جبکہ آپؐ مسجد میں تشریف فرما تھے،آپؐ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا یا رسولؐ اللہ بے شک میں نے زنا کیا ہے۔آپؐ نے اس سے اعراض فرمایا تو اس نے چار مرتبہ اس بات کو دہرایا سو جب چار دفعہ اس شخص نے اپنے اوپر گواہی دی تو آپ ﷺ نے اس کو بلوایا اور فرمایا ''تجھے جنون تو نہیں ؟''اس نے جواب دیا نہیں۔فرمایا کیا تو شادی شدہ ہے ؟اس نے کہا ''ہاں''۔فرمایا اس کو لے جاؤ اور اس کو پتھروں سے ماردو۔ابن شہاب نے کہا سو خبر دی مجھے اس شخص نے جس نے جابر بن عبداللہؓ سے سنا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں ان لوگوں میں تھا جنھوں نے اسے رجم کیا۔سو ہم نے اسے مصلی (نماز عید پڑھنے کی جگہ) پر رجم کیا تو جب اس کو پتھروں نے کمزور کر دیا تو وہ بھاگا،ہم نے اس کو حرۃ کے مقام پر جا پایا اور پتھروں سے اس کو مارڈالا۔ (اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رجم نبی ﷺ کے حکم سے ہوا اس لئے اس کو شریعت محمدیہ ﷺ کہا جائے گا۔)(بخاری،ص ١٠٠٦)

ترجمہ: ابن عمرؓ سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک یہودی مرد اور ایک یہودی عورت جنہوں نے زنا کیا تھا لائے

گئے۔آپ ﷺ نے ان یہودیوں سے کہا کہ تم اپنی کتاب میں کیسے پاتے ہو؟انہوں نے جواب دیا کہ بے شک ہمارے احبار نے تحمیم اور تجبیہ (منہ کالا کر کے ایک دوسرے کو پیٹھ دیکر گدھے پر سوار کرنا)ایجاد کیا ہے۔حضرت عبداللہؓ بن سلام نے کہا یا رسولؐ اللہ انہیں توراۃ لانے کا کہیے۔چنانچہ توراۃ لائی گئی (جس میں آیت رجم موجود تھی) تو ان میں سے ایک نے اپنا ہاتھ آیت رجم پر رکھ لیا اور وہ اس کا ماقبل اور ما بعد پڑھ رہا تھا۔حضرت ابن سلامؓ نے اس سے کہا کہ اپنا ہاتھ اوپر اٹھاؤ تو اچانک آیت رجم اس کے نیچے تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے دونوں کے بارے حکم دیا اور وہ دونوں پتھروں سے مار دیے گئے۔حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ خالی ہموار میدان میں ان کو سنگ سار کیا گیا اور میں نے دیکھا کہ یہودی اس یہودیہ پر پلٹ رہا تھا۔(بخاری، جلد ۲، ص ۱۰۰۷)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرۃؓ اور زیدؓ بن خالد فرماتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے پاس تھے کہ ایک شخص کھڑا ہوگیا۔اس نے کہا کہ میں آپؐ کو قسم دیتا ہوں مگر یہ کہ آپؐ اللہ کے حکم کے مطابق ہمارے درمیان فیصلہ فرما دیں۔تو اس کا فریق کھڑا ہوگیا جو اس سے زیادہ سمجھ دار تھا اس نے کہا کہ ہمارے مابین اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ فرمائیں اور مجھے بات کرنے کی اجازت دیں۔ آپؐ نے فرمایا ''کہو''۔تو اس نے کہا کہ میرا بیٹا اس کے ہاں مزدور تھا جس نے اس کی بیوی سے زنا کرلیا اس کے بدلے میں نے ایک سو بکری اور ایک خادم اس کو دیا۔اس کے بعد میں نے چندعلماء سے پوچھا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے پر سو درے اور ایک سال کی شہر بدری ہے اور اس کی بیوی پر رجم ہے۔تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ میں تمہارے مابین اللہ کے حکم کے مطابق ہی فیصلہ کروں گا۔سو بکری اور خادم تجھے واپس ہیں۔تیرے بیٹے کو سو درے۔اور شہر بدری ہے اور حضرت انیسؓ سے کہا کہ صبح اس کی بیوی کے پاس جاؤ سو اگر وہ اقرار کرلے تو اس کو سنگ سار کردو۔صبح وہ اس کے پاس گئے تو اس نے اقرار کرلیا چنانچہ حضرت انیس نے اسے سنگ سار کردیا۔(بخاری، جلد ۲ ص ۱۰۰۸)

ترجمہ: منبر رسول ﷺ پر حضرت عمرؓ نے حمد وثناء کے بعد فرمایا کہ آج میں ایک ضروری بات کہنے والا ہوں جو میرے ذہن میں آئی کہ میں کہوں ہو سکتا ہے کہ میری موت کا وقت قریب ہو۔تو جو شخص اسے سمجھے اور اسے یاد رکھے تو جہاں تک اس کی سواری پہنچے وہاں تک اس کو پہنچادے اور جو شخص یہ خطرہ کرتا ہے کہ اسے نہیں سمجھے گا اسے میں اجازت نہیں دیتا کہ میرے اوپر جھوٹ کہے۔بے شک اللہ نے محمد کو سچا دین دیکر بھیجا ہے اور آپ ﷺ پر کتاب اتاری ہے۔سو اس سے جو اللہ نے اتارا ہے آیت رجم بھی ہے۔ہم نے اس کو پڑھا، اس جو سمجھا اور اس کو محفوظ کرلیا۔رسول اللہ ﷺ نے بھی رجم والی حد جاری فرمائی اور ان کے بعد ہم نے بھی اس کو جاری کیا۔سو مجھے خطرہ محسوس ہوتا ہے کہ لوگوں پر زمانہ دراز گزرے اور کوئی کہنے والا کہے کہ قرآن میں آیت رجم نہیں ہے سو گمراہ ہو جائیں اللہ کے قانون کو ترک کرکے جس کو اس نے اتارا ہے۔رجم اللہ کے حکم میں برحق ہے اس شخص پر جو زنا کرے مرد ہوں یا عورتیں جب کہ وہ شادی شدہ ہوں اور ان پر گواہی قائم ہو جائے یا عورت کا حمل (زنا سے)ظاہر ہو جائے یا اقرار پایا جائے۔(بخاری، جلد ۲، ص ۱۰۰۹)

یہ عملی احادیث ہیں جو قریباً باون صحابہ سے منقول ہیں جو کہ معنوی تواتر ہے(تکملہ فتح الملہم)۔ابن ہمامؒ نے فتح القدیر ص ۱۳، جلد ۵، محمود آلوسیؒ نے روح المعانی، ص ۸۹، جلد ۱۵ اور شیخ شاہ ولی اللہ الدہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ، ص ۱۵۸، جلد ۲ میں واضح طور پر یہی بیان کیا ہے۔رجم کی سزا کے بیان میں قولی حدیث درج ذیل ہے۔

عن ابی ھریرۃؓ قال قال النبی ﷺ الولد للفراش وللعاھر حجر۔(بخاری ص۱۰۰۷،جلد ۲)

ترجمہ : ''حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبیﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بچہ اس کا ہے جس کا نکاح ہے اور زانی کیلئے پتھر ہیں''۔

یہ حدیث انہی الفاظ کے ساتھ تیس سے بھی کچھ اوپر صحابہ سے نقل ہے۔جیسا کہ حافظین نے فتح الباری ص۳۳،ج ۱۲اور عمدۃ القاری ص ۱۰۰،ج ۱۱ میں تصریح کی ہے اور اس طرح تکملہ شرح المہذب للمصطفی ،ص ۴۰۰،ج ۱۴ میں بھی اس کی وضاحت ہے۔

القصہ یہ کہ قول وعمل اور لفظی او معنوی تواتر سے حد رجم آپﷺ سے ثابت ہے اور خلفاء راشدین کا بھی اس پر معمول رہا ہے جن کا دور خیر القرون بھی ہے انہی لوگوں کے بارے اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا۔ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔(سورۃ توبہ : ۱۰۰)

ترجمہ:''اور جو لوگ قدیم ہیں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے اور جو انکے پیرو ہوئے نیکی کے ساتھ اللہ راضی ہوا ان سے اور وہ راضی ہوئے اس سے اور تیار رکھے ہیں واسطے ان کے باغ کہ بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں رہا کریں انہی میں ہمیشہ یہی ہے بڑی کامیابی''۔

لہذا اس دور خیر القرون اور خلافت راشدہ کی اتباع بحکم قرآن فرض ہے۔

واقعات رجم کی تاریخ

عن براء بن عازبؓ ان النبیﷺ قال بعد رجم الیھودیین: اللھم انی اول من احیا امرك اذ اماتوہ

ترجمہ : ''حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ نبیﷺ نے دو یہودیوں کے رجم کرنے کے بعد فرمایا کہ اے اللہ میں پہلا شخص ہوں جس نے تیرے حکم کو دوبارہ زندہ کیا بعد اس کے کہ انہوں (یہود) نے اس کو ترک کر رکھا تھا۔''(صحیح مسلم، جلد دوم،ص۷۰،باب حد الزنا)

عن ابی ھریرۃؓ کنت جالسا عند رسول اللہ ﷺ اذ جاء رجل من الیھود۔۔۔الخ

ترجمہ : ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ میں آپﷺ کے پاس بیٹھا تھا کہ یہودیوں میں سے ایک شخص آیا۔۔۔الخ (تفسیر ابن جریر، ص۳۵،سورۃ المائدہ، جلد۶)

قال الحافظ فی الفتح جلد ۱۲ص ۱۵۲فی باب احکام اھل الذمۃ "انہ (رجم الیھودی))وقع بعد فتح مکۃ فی السنۃ الثامنۃ"وقال عبداللہ بن الحارث بن الجراح "فکنت فیمن رجمھما "

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہودیوں کے رجم کرنے کا واقعہ۸ہجری میں فتح مکہ کے بعد پیش آیا اور عبداللہؓ بن الحارث بن الجراح فرماتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں شامل تھا جنھوں نے ان دونوں کو رجم کیا تھا۔(مجمع الزوائد، جلد ۶،ص۲۷۱)

وقال الحافظ :ان عبداللہ بن الحارث انما قدم المدینۃ مسلما مع والدہ بعدفتح مکۃ۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن الحارثؓ مسلمان ہو کر فتح مکہ کے بعد اپنے والد کے ساتھ مدینہ تشریف لائے تھے۔

نیز یہ دونوں یہودی اہل فدک میں سے تھے اور اس فیصلے کو اہل خیبر نے آپﷺ کی طرف بھیجا تھا اور ظاہر ہے کہ اس وقت خیبر مسلمانوں کے زیرنگیں ہو چکا تھا حتی کہ علامہ بدرالدین عینیؒ نے عمدۃ القاری، باب الرجم فی البلاط، ج۱۱،ص۱۵۳میں لکھا ہے کہ امام بخاریؒ اس واقعے کو احکام اھل الذمۃ میں نقل کر کے یہ اشارہ دے رہے ہیں کہ اس وقت خیبر کے ذمی بن چکے تھے۔

فائدہ

بنوقریظہ کےقتل کے بعد اگرچہ یہود کی اکثریت مدینہ اور گرد ونواح سے شہر بدر کر دی گئی تھی لیکن پھر بھی کچھ یہود وہاں آباد تھے چنانچہ علامہ سمہودی وفاء الوفا،ص۱۶۳،ج۱میں رقم طراز ہیں کہ:

ان یهود امن بنی نا غضة لم یزالوا مقیمین فی شعب بنی حرام حتی نقلهم سیدنا عمرالی قریب من مسجد الفتح۔

ترجمہ: ''بنی ناغضہ کے کچھ یہود شعب بنی حرام میں ہی مقیم رہے حتی کہ حضرت عمرؓ نے انہیں مسجد فتح کے قریب ایک جگہ پر منتقل کر دیا۔

اور اسی بات پر درج ذیل حدیث بھی شاہد ہے:

ان درع النبی ﷺ کان مرهونا عند رجل من الیهو د عند وفاته ﷺ

ترجمہ: ''بوقت وفات آپﷺ کی درع ایک یہودی کے پاس بطور رہن رکھی تھی''۔

جبکہ قصہ افک احزاب سے قبل غزوۃ بنی المصطلق کے بعد پیش آیا اور حافظ ابن حجرؒ فتح الباری، ج ۷،ص۲۳۲۔۲۳۳میں دلائل سے ثابت کرتے ہیں کہ یہ غزوہ،احزاب سے پہلے ۵ہجری میں پیش آیا تھا۔بدرالدین عینیؒ بھی اسی کی تائید کرتے ہیں (عمدۃ القاری، جلد ۸،ص۲۶۶)۔

خلاصہ مبحث یہ کہ سورۃ نور ۵ یا ۶ ہجری میں نازل ہوئی اور رجم کے جتنے بھی واقعات ہیں سورۃ نور کے نزول بلکہ فتح مکہ کے بعد پیش آئے ہیں۔کیونکہ سب سے پہلا واقعہ جس میں عبداللہ بن الحارثؓ اور حضرت ابوہریرۃؓ دونوں موجود تھے۔جبکہ ابو ہریرۃؓ ۷ھ میں اور عبداللہ بن الحارثؓ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے ہیں چنانچہ واضح ہوا کہ باقی واقعات رجم فتح مکہ کے بعد ۸ یا ۹ہجری میں پیش آئے۔

واقعہ حضرت ماعزؓ میں حضرت ابن عباسؓ موجود تھے (کما فی المستدرک للحاکم، ج۴،ص۳۶۱)اور یہ معلوم ہے کہ ابن عباسؓ اپنی والدہ کے ساتھ ۹ہجری میں مدینہ تشریف لائے۔حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری، ج ۱۲،ص ۱۰۶ میں اس کی تصریح کی ہے۔اگرچہ اس کی سند میں مقال ہے تاہم یہ بات صحاح سے متعین ہے کہ یہ واقعہ رجم یہودیین کے بعد کا ہے غامدیہ عورت اور مزدور کے رجم میں حضرت خالد بن ولیدؓ شریک تھے جیسا کہ صحاح میں مذکور ہے اور حضرت خالدؓ فتح مکہ سے چند ماہ پہلے مسلمان ہوئے اور مدینہ پہنچے۔(طبقات ابن سعد،ص۲۵۲)

اس کے علاوہ وہ دو آدمی جو آپﷺ کے پاس فیصلہ لے کر آئے ان کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عسیف کے باپ کو سو درے کا علم ہوا تھا اسی لئے تو وہ فیصلہ لے کر آپﷺ کی خدمت میں آیا تھا اسی طرح بخاری میں حضرت ابوہریرۃؓ کا یہ فرمانا کہ : کناعند النبی ﷺ فقام رجل۔۔۔الخ(باب الا عتراف بالزنا) سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ابوہریرۃؓ کے اسلام لانے کے بعد کا واقعہ ہے کیونکہ وہ ۷ھ میں مسلمان ہوئے تھے اور یہ بات بھی یاد رہے کہ غامدیہ اور جہنیہ دونوں ایک ہی عورت ہیں۔ قال الغسانی : جهینه و غامدیة و بارق واحد کہ جہینہ اور غامدیہ اور بارق سے مراد ایک ہی عورت ہے۔(بذل المجہود،ص ۱۳۵،ج ۵)

امام ابو داؤدؒ یہی اشارہ دے رہے ہیں کہ جہینہ اور غامدیہ دونوں ایک ہی عورت کے دو نام ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ جتنے بھی واقعات ہیں وہ ۸یا ۹ ہجری کے ہیں۔قول اور عمل دونوں تواتر سے ثابت ہیں لہذا تواتر کے ثبوت کے بعد بعض جزئی تفصیلات میں بعض اختلاف جو کہ رواۃ کے تصرف کا نتیجہ ہے، کو بہانہ بنا نا اور ان واقعات متواترہ کا انکار کردینا محض ضد،عنا د اور مغرب زدہ ذہن کا نتیجہ تو ہو سکتا ہے اس کو نہ تو تحقیق کہا جا سکتا ہے اور نہ ہی قرآن وسنت کی ترجمانی۔

بحث سوم:

رجم کی حد تمام آسمانی کتابوں کا متفقہ حکم ہے چنانچہ مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ:

''پورے رکوع نمبر۹ میں ان احکام الہیہ کا ہر زمانہ واجب العمل رہنا اور اس کا ترک حرام اور مورد وعید ہونا جن کا ظہور کبھی تورات کے واسطہ سے ہوا اور کبھی انجیل کے واسطہ سے اور اب قرآن مجید کے واسطہ سے ہے۔(بیان القرآن،ص۳۸۲)۔

اللہ تعالی کے فرمان "انا انزلنا التوراۃ۔۔۔"(سورۃ مائدۃ،آیت٤٤)کی تفسیر میں امام فخرالدین رازیؒ فرماتے ہیں کہ "ان هذه الآیة انما نزلت فی مسئلة الرجم فلا بد ان تکون الاحکام الشرعیة داخلة فی الآیة "

ترجمہ: یہ آیت مسئلہ رجم کے بارے نازل ہوئی چنانچہ ضروری ہے کہ احکام شرعیہ بھی اس آیت میں داخل ہوں (تفسیر کبیر،ص۳۶۵،ج۴)

اسی طرح فرمان باری تعالی ہے وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ۔(سورۃ مائدہ :۴۳)ترجمہ: ''اور وہ آپﷺ سے کیسے فیصلہ کراتے ہیں حالانکہ ان کے پاس توراۃ ہے جس میں اللہ کا حکم ہے''۔اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "هذاتعجیب من الله تعالی لنبیه علیه السلام لتحکیم الیهود ایا ہ بعد علمهم بما فی التوراۃمن حد الزانی ثم ترکهم قبول ذلك الحکم۔۔۔الخ' کہ اس آیت میں اللہ تعالی اپنے نبی سے تعجب کرنے کا کہہ رہے ہیں کہ کیسے یہود نے توراۃ میں موجود

زانی کی حد کے حکم کو جانتے ہوئے بھی اسے ترک کر دیا اور آپ ﷺ کو حکم بنایا۔(تفسیر کبیر، ج۴،ص ۱۱)

فائدہ

جیسا کہ بیان ہوا کہ زنا کیلئے حد رجم کا حکم تمام آسمانی کتب میں یکساں طور پر موجود ہے چنانچہ اس کو تمام شریعتوں کا اجماعی مسئلہ کہا جائے گا جس پر پہلے انبیاء نے عمل فرمایا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ؛

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ۔ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ۔ (سورة مائده: ٤٤)

ترجمہ :'' ہم نے توراۃ نازل فرمائی جس میں ہدایت تھی اور وضوح تھا۔انبیاء جو کہ اللہ تعالی کے مطیع تھے اس کے موافق حکم دیا کرتے تھے اور اہل اللہ اور علماء بھی بوجہ اس کے ان کو اس کتاب اللہ کی نگہداشت کا حکم دیا گیا تھا اور وہ اس کے اقراری ہو گئے تھے''۔

اور اسی طرح آپ ﷺ کو بھی حکم ہوا کہ :

فاحکم بما انزل الله

یعنی شریعتیں اگرچہ ہر ایک کی اپنی اپنی تھیں تاہم مسئلہ سب میں ایک ہی تھا۔جیسا کہ توحید،رسالت اور آخرت کے مسائل تمام شریعتوں میں یکساں رہے ہیں۔اللہ تعالی قرآن پاک میں ارشادفرماتے ہیں :

تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ م بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ۔ (سورة آل عمران:٦٤)

ترجمہ: ''آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔''

چنانچہ جو شخص بھی ان عقائد حقہ کو اختیار کرتا ہے اس کے بارے میں یہ ہرگز نہیں کہا جائے کہ یہ شخص تورات وانجیل پر عمل کر رہا ہے بلکہ اس کا یہ عمل دین اسلام کا عمل ہی سمجھا جائے گا اس طرح رجم کا مسئلہ ہے کہ تمام شریعتوں میں مشترک ہونے کی وجہ سے یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس پر عمل تورات پر عمل ہے بلکہ یہ عین اسلام کے حکم پر عمل ہوگا۔

وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ۔ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔(سورة مائده: ٤٧)

ترجمہ:''اور چاہئے کہ حکم کریں انجیل والے موافق اس کے جو اتارا اللہ نے اس میں اور جو کوئی حکم نہ کرے موافق اس کے جو کہ اتارا اللہ نے سو وہی لوگ ہیں نافرمان''۔

قال ابو بكر فيه دلا لة على ان ما لم ينسخ من شرائع الانبياء المتقدمين فهو ثابت على معنى انه صار شريعة للنبى ﷺ الى ان قال فثبت بذالك انهم مامورون بامتثال احكام تلك الشريعة على معنى انها قد صارت شريعة للنبى ﷺ (احكام القرآن للجصاص،ص ٤٤٢،ج ٢)۔

ترجمہ : ابو بکر جصاصؒ فرماتے ہیں اس آیت میں دلالت ہے کہ پہلے انبیاء کی شریعتوں میں سے جو باتیں منسوخ نہیں کی گئیں تو وہ بایں معنی اب بھی باقی ہیں کہ وہ نبی ﷺ کی شریعت بن چکی ہیں۔۔۔۔چنانچہ اس سے ثابت ہوا کہ وہ اس طور پر اس شریعت کے احکامات کو بجا لانے کے پابند ہیں کہ وہ اب نبی ﷺ کی شریعت بن چکی ہے۔

خلاصہ یہ کہ انجیل والے جو کچھ اس انجیل میں ہے اللہ تعالی نے اتارا ہے اس کے مطابق فیصلہ کریں اور وہ حکم جو انجیل میں موجود ہے اور منسوخ نہیں ہوا وہ اب آخری نبی ﷺ کی شریعت کہلائے گی اور اس غیر منسوخ حکم کی اتباع اس آخری نبی ﷺ کی اتباع متصور ہوگی۔ ابوبکر جصاصؒ فرماتے ہیں کہ:

لان ما كان شريعة لموسى فلم ينسخ الى ان بعث النبى ﷺ فقد صارت شريعة للنبى ﷺ۔ (ص ٤٤٣،ج٢،احكام القرآن للجصاص)

ترجمہ:'' موسیٰ کیلئے جو کچھ شریعت تھی اور منسوخ نہیں ہوئی یہاں تک کہ نبی آخرالزمان مبعوث ہوگئے تو وہ اب اس آخری نبی ﷺ کی شریعت بن چکی ہے''۔

تورات والوں پر بھی اس حکم کی تعمیل اس معنوں میں فرض ہو گی کہ یہ اب آخری نبی ﷺ کی شریعت ہے۔

فائدہ

اشتراک حکم کے باوجود اسلام اور باقی شریعتوں میں حد رجم کے سلسلہ میں بعض جزئی تفصیلات میں فرق ہے جس کی توضیح درج ذیل ہے ؛

۱۔تورات اور انجیل میں حد زنا صرف اور صرف رجم تھی جبکہ اسلام میں اس سزا میں تخفیف کر دی گئی کہ یہ سزا صرف اسی زانی کو ملے گی جو محصن یعنی شادی شدہ ہوگا غیر شادی شدہ کیلئے سو دروں کی سزا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے کہ اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ "زانی عورت اور زانی ہر ایک کو دونوں میں سے سو کوڑے لگاؤ"

۲۔سابقہ شریعتوں میں اس کے ثبوت کیلئے چار گواہوں کے علاوہ اور طریقے بھی موجود تھے مثلاً دلہا ثابت کردے کہ کنواری لڑکی باکرہ نہیں ہے تو پھر بھی اس کو حد رجم لگ جاتی تھی۔کتاب مقدس استثناء آیت ۲۱ میں ہے کہ "اگر یہ بات سچ ہو کہ لڑکی میں کنوارے پن کے نشان نہیں پائے گئے تو وہ اس لڑکی کو اس کے باپ کے گھر کے دروازے پر نکال لائیں اور اسکے شہر کے لوگ اس کو سنگسار کریں کہ وہ مر جائے"

اسلام میں سزا کے ثبوت کیلئے چار گواہ لازمی قرار دیے گئے ہیں جو کہ قریب قریب ایک جیسی گواہی دیں اور اس گواہی میں تزکیۃ الشھود کے حوالے سے کڑی شرائط عائد کی گئی ہیں۔اگرچہ ماحول کو برائی سے پاک رکھنے کیلئے تعزیری تفصیلات ہیں تاہم حد زنا صرف اسی وقت لاگو ہوگی جب یہ شرائط پوری ہوں گی۔اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں

"لو لا جاء وا علیه باربعة شهداء---الخ

ترجمہ:یہ لوگ اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے۔

اور اسی طرح ارشاد فرمایا ؛

وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا۔ (سورة نور: ٤)

ترجمہ: "اور جو لوگ تہمت لگائیں پاک دامن عورتوں کو اور چار گواہ نہ لاسکیں تو ایسے لوگوں کو اسی درے لگاؤ اور ان کی گواہی کبھی قبول مت کرو"۔

زنا کی سزا ایک فطری فیصلہ ہے اور بعض اوقات اللہ تعالی جانوروں کے ذریعے فطرت کی طرف راہنمائی فرماتے ہیں جیسا کہ ہابیل وقابیل کے قصہ میں ایک کوے نے قابیل کو فطری طریقے سے اپنے بھائی کی لاش کو چھپانے کا طریقہ سکھایا۔ باری تعالی کا ارشاد ہے:

فبعث الله غرابا یبحث فی الارض الآیة

ترجمہ:" پھر اللہ تعالی نے ایک کوا بھیجا جو زمین کو کھودتا تھا"

اسی طرح بخاری میں مذکور بندروں کا واقعہ بھی اسی فطرت کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔

عن عمرو بن میمون قال رایت فی الجاهلیة قردة اجتمع علیها قردة قد زنت فرجموها (قردة---الخ(بخاری، ج اول، باب القسامة فی الجاهلیة، ص ٥٤٣)

ترجمہ: حضرت عمروؓ بن میمون فرماتے ہیں کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں کچھ بندروں کو دیکھا کہ وہ ایک بندر کو رجم کررہے تھے۔

بحث چہارم: آیات قرآنیہ کا مفہوم :

۱۔ اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ۔

ترجمہ: "زانیہ عورت اور زانی مرد ہر ایک کو ان دونوں میں سے سو کوڑے لگاؤ"۔

احادیث متواترہ کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ آیت کا مصداق غیر شادی شدہ زانی اور زانیہ ہیں اور یہ کوئی آیت کی تخصیص یا تقیید نہیں ہے بلکہ ضابطہ ہے کہ "الاصل فی اللام العهد "(الرضی) کہ لام تعریف چاہے موصول کی شکل میں ہی کیوں نہ ہو،اس میں اصل یہی ہے کہ یہ عہد خارجی کیلئے ہوتا ہے اور نبی ﷺ کے قول وعمل سے یہی مراد متعین ہے۔

۲۔قولہ تعالی

فاذا احصن فان اتین بفاحشة فعلیهن نصف ما علی المحصنت من العذاب

یہاں "المحصنت "سے مراد غیر شادی شدہ آزاد عورتیں مراد ہیں جو کہ الزانی اور الزانیة میں متعین ہو چکی ہیں۔ یہاں بھی الف لام عہد خارجی کا ہے چنانچہ اگر ان پر سو درے ہیں تو باندیوں پر پچاس درے ہوں گے۔

۳۔قوله تعالى "وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ م بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَالخ (سورة نور: ۸)

لعان کی صورت میں جب عورت نے انکار کیا اور عذاب اس سے ہٹ گیا۔اس عذاب سے مراد غیر شادی شدہ والی سزا مراد لینا احتمالی معنی ہے۔اس وقت تک نہ کسی عورت نے اقرار کیا تھا اور نہ اس عذاب کی شکل سامنے آئی تھی۔ ہاں جب غامدیہ عورت کا معاملہ سامنے آیا تو اس سے واضح ہوگیا کہ شادی شدہ عورت کیلئے جس عذاب کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد رجم ہے جو کہ تواتر سے ثابت ہے۔محض احتمالی معنی سے تواتر کو مسترد نہیں کیا جا سکتا ہے۔

۴۔ اللہ کا ارشاد ہے:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ۔ (سورة احزاب: ۳۵)

ترجمہ: ''اے نبی کی عورتوں جو کوئی کر لائے تم میں سے کام بے حیائی کا صریح،دونا ہو اس کو عذاب دہرا''۔

یہ آیت نبیﷺ کی ازواج کے آداب کے بارے میں ہے۔اس فاحشہ سے کیا مراد ہے اس کی وضاحت آیت کا سیاق کرتا ہے۔قولی فاحشہ کی طرف فلاتخضعن میں اشارہ ہے کہ غیر مرد کے ساتھ نرمی کے ساتھ بات نہ کرے اور فعلی فاحشہ کی طرف لا تبرجن تبرج الجاهلیه میں اشارہ ہے کہ عریاں لباس میں خصوصا باہر پھرنا یہ آپﷺ ازواج کیلئے ممنوع ہے۔

۵۔قوله تعالى وَالّٰتِیْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ۔ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِى الْبُيُوْتِ (سورة النساء: ۱۵)

ترجمہ: ''اور وہ عورتیں جو بے حیائی کا کام کریں تمہاری بیبیوں میں سے سو تم ان عورتوں پر چار آدمی اپنوں میں سے گواہ کر لو سو اگر وہ گواہی دے دیں تو تم ان کو گھروں کے اندر مقید رکھو''۔

اللہ تعالی نے تاحکم ثانی زانیہ عورتوں کو گھروں میں پابند رکھنے کا حکم فرمایا حتی کہ ۹ہجری میں جس حکم کا انتظار تھا عملا اس کو نافذ کر کے دکھایا۔عروۃ بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ آپﷺ نے فرمایا

"البکر باالبکر جلد مائة و نفی سنة والثیب با لثیب جلد مائة والرجم

" کہ غیر شادی شدہ کی سزا سودرے اور ایک سال کی جلا وطنی ہے اور شادی شدہ کی سزا سو درے اور رجم ہے۔اور آپﷺ نے ارشاد فرمایا:

خذوا عنی خذوا عنی قد جعل الله لهن سبیلا

ترجمہ: ''مجھ سے لے لو مجھ سے لے لو اللہ تعالی نے ان کیلئے راہ پیدا کر دی''

فائدہ

حدیث مذکور میں غیر شادی شدہ کیلئے سودرے اور ایک سال کی شہر بدری اور شادی شدہ کیلئے سو درے اور رجم کا بیان ہے یہ آپﷺ اور آپﷺ کے خلفاء راشدین کا عمل ہے جو کہ عملی تواتر ہے۔

فائدہ

حدیث جابرؓ میں ہے کہ: ان رجلا زنا بامراۃ فامر النبیﷺ فجلد ثم اخبر انه قد کان احصن فامر به فرجم" کہ ایک شخص نے ایک عورت سے زنا کر لیا آپﷺ نے پہلے درے مارنے کا حکم دیا جو مارے گئے اس کے بعد آپﷺ کو اطلاع ملی کہ یہ شخص شادی شدہ ہے تو پھر آپﷺ نے رجم کیا''۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شادی شدہ کیلئے حد رجم ہی ہے جب تک علم نہیں تھا اس وقت تک تو اس پر غیر شادی شدہ کی سزا نافذ کی گئی اور جب علم ہوگیا تو پھر اس پر شادی شدہ کی سزا جاری کی گئی۔

آخر میں چند سوالات اور جوابات :

سوال ا: احادیث میں جو تطہیر کا ذکر ہے (العیاذ باللہ) یہ عیسائی اصطلاح ہے۔

جواب : تمام انبیاء کا یہ منصب رہا ہے کہ وہ انسانیت کو تمام آلائشوں اور آثام سے پاک کرتے ہیں۔اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ : اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا(سورۃ احزاب:۳۳)ترجمہ:''اور اللہ یہی چاہتا ہے کہ دور کرے تم سے گندی باتیں اے نبی کے گھر والو اور ستھرا کر دے تم کو ایک ستھرائی سے''۔

اور اسی طرح ارشاد فرمایا :وَلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ۔ (سورة المائدہ: ٥)

ترجمہ:''لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ تم کو پاک صاف رکھے اور یہ کہ تم پر اپنا انعام تام فرمادے''۔

سوال : رسول اللہ ﷺ تو رؤف و رحیم ہیں ایسی سخت سزا کی ان سے توقع نہیں کی جاسکتی چنانچہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ توراتی سزا ہے اسلام میں یہ موجود نہیں ہے۔

جواب : اگر واضع شریعت انبیاء علیہم السلام ہوں تو ہوسکتا ہے کہ ایسی سخت سزا نہ دیں لیکن انبیاء تو اللہ کے قانون کو نافذ کرتے ہیں اور جو حکم ان کو ملتا ہے اس کی تعمیل کرتے ہیں اگر نبی ﷺ اس قسم کی سزا نہیں دے سکتے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ بھی تو نبی تھے انہوں نے آخر اتنی سخت سزا لوگوں کو کیونکر دی ہوگی۔اللہ تعالی قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں کہ''لا تاخذ كم بهما رافة فى دين الله " کہ میرے قانون کے نفاذ میں کسی قسم کی کوئی نرمی اور اور ترس مت کرو۔

سوال : رجم کے قائلین بندروں کے واقعہ سے دلیل پکڑتے ہیں۔کیا ہم بندروں کے مقلد ہیں ؟

جواب : رجم کی سزا تو آپ ﷺ سے عملی اور قولی تواتر سے ثابت ہے بندروں کا واقعہ تو محض اسی ثابت شدہ حکم کی مزید تائید ہے اور فطرت کی طرف رہنمائی ہے،جانوروں کے ذریعہ بعض اوقات انسان کو سکھایا جاتا ہے جیسے کوے نے دوسرے کوے کو دفن کرکے قابیل کو دفن کا طریقہ کار سمجھایا اسی طرح بندروں کے ذریعہ اس سزا کی تعمیل اسی قبیل سے ہے۔

سوال : حضرت عبداللہؓ بن اوفی نے اس بات سے لاعلمی کا اظہار کیا کہ سورۃ نور رجم کے واقعہ سے پہلے نازل ہوئی یا بعد میں چنانچہ معلوم ہوا کہ جب رجم کے واقعات پیش آئے اس وقت تک سو درے کا قرآنی حکم نازل نہیں ہوا تھا اور جب وہ نازل ہوگیا تو اس وقت سزائے رجم منسوخ ہوگئی اور بعد میں کسی کو یہ سزا نہیں دی گئی۔

جواب : ان کے نہ جاننے سے باقی صحابہ کے جاننے پر کوئی اثر نہیں پڑتا بلکہ باقی صحابہ جانتے تھے کہ سورۃ نور واقعات رجم سے پہلے نازل ہوئی تھی۔جیسا کہ سابقہ روایات ابوہریرۃؓ،خالد بن ولیدؓ اور ابن عباسؓ سے بیان ہوچکی ہیں۔

سوال : الزانى لا ينكح الا زانية اومشركة کہ زنا کار مرد اور عورت کا ہی آپس میں نکاح ہوسکتا ہے مومنین کے لئے ایسا کرنا درست نہیں ہے۔اگر سنگسار کردئے جائیں تو وہ زندہ ہی نہیں رہیں گے پھر نکاح کرنے کا کیا معنی رہ جاتا ہے۔؟

جواب :یہی آیت دلیل ہے کہ احکام غیر شادی شدہ کے بیان ہورہے ہیں اور سزا بھی انہی کیلئے ہے وگرنہ شادی شدہ کیلئے تو زانی اور غیر زانی ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ان سے مطلق نکاح ممنوع ہے۔ارشادفرمایا :

والمحصنت من النساء۔۔۔۔الخ الآیہ

ترجمہ : ''اور وہ عورتیں جو کہ شوہروالیاں ہیں۔۔۔الخ،ان سے بھی نکاح حرام ہے''۔

سوال : بعض خوارج رجم کے منکر ہیں چنانچہ یہ دعوی درست نہیں ہے کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے۔

جواب :علما محققین اور متقین کا اختلاف اجماع پر اثر انداز ہوتا ہے فتنہ پرداز کا اختلاف اجماع کی صحت پر کوئی اثر نہیں ڈالتا۔چنانچہ خوارج کے کل بائیس فرقے ہیں جیسا کہ علامہ شہرستانی نے الملل والنحل میں بیان کیا ہے لیکن ان میں بھی انکار کرنے والا صرف ایک فرقہ ہے جسے''ازارقہ'' کہتے ہیں اور ان کے تعصب کا یہ حال ہے کہ یہ لوگ علیؓ،عثمانؓ،طلحہؓ، زبیر،عائشہؓ اور ابن عباسؓ سب کو کافر کہتے ہیں اور جو ازارقہ کی طرف ہجرت کرکے نہ آئے اسے واجب القتل کہتے ہیں جیسا کہ الملل والنحل ص ١٨٦۔١٨٥اور الفرق بين الفرق للبغدادی ص٨٣اور کامل للمبرد ص١٠٣٨ ج٣ میں بیان کیا گیا ہے۔حتی کہ حائض کیلئے وجوب نماز بلکہ تمام نمازوں کے منکر ہیں اور صبح کی نماز کی صرف ایک رکعت اور شام کی بھی صرف ایک رکعت کے قائل ہیں اور ان کے نزدیک حج بھی ہر مہینے میں ہوسکتا ہے۔(ابن حزم فی الفصل)

سوال : محصن کیلئے رجم تعزیر ہے حد نہیں ہے۔

جواب :تعزیر میں قاضی یا امیر المومنین کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے سزا میں کمی بیشی کردے یا تخفیف کردے۔لہذا جو لوگ یہ دعوی کرتے ہیں کہ یہ حد نہیں بلکہ تعزیر ہے ان پر یہ لازم آتا ہے نبی ﷺ کی حیات طیبہ سے یا دور خلافت راشدہ سے کوئی ایک واقعہ صحیح سند سے ثابت کردیں جس میں یہ بیان ہو کہ کہ جہاں سزا رجم تھی آپ ﷺ نے تعزیر سمجھتے

ہوئے اس میں تخفیف کردی یا پھر آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے خلفاء راشدین میں سے کسی نے ایسا کیا ہو۔جیسا کہ عبادہ بن صامتؓ کی روایت میں ہے کہ "البکر بالبکر جلد مائة و تغریب عام "اس میں تغریب عام کی سزا بطور تعزیر ہے اسی لئے اس کو خلفاء راشدین نے ترک کر دیا اور اسی طرح اس حدیث کے دوسرے حصہ میں ہے کہ "الثیب بالثیب جلد مائة ورجم "اس میں سے بھی جلد مائۃ کو آپ ﷺ نے ترک فرمادیا اور آپ ﷺ کا ان کو ترک فرمانا اس بات کی واضح علامت ہے کہ یہ تعزیر ہے حد نہیں ہے۔اس کے برعکس کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں کیا جاسکتا جس میں آپ ﷺ نے یا آپ ﷺ کے خلفاء میں سے کسی نے محصن زانی کی سزا میں تخفیف کرتے ہوئے رجم کو ترک کردیا ہو اور اس کی جگہ سودروں کی سزا دی ہو۔چنانچہ یہ قول کہ رجم تعزیر ہے حد نہیں محض بہانہ جوئی ہے جو کہ تواتر اور اجماع کے خلاف ہے۔

سوال : یہ تعزیری سزا ہے جس کے مستحق صرف وہ لوگ ہیں جو بدقماش اور گنڈے قسم کے ہوں۔

جواب: نبی ﷺ کا مدنی دور تو خیر القرون میں سے سب سے پہلا قرن ہے جس میں صحبت نبوت اور فرامین شریعت کے ذریعے سے اسلام کی روح جدید پھونک دی گئی تھی۔آپ ﷺ نے جن واقعات میں رجم کی سزا کا فیصلہ سنایا ان کی تفصیلات یہ بتاتی ہیں کہ یہ لوگ فساق اور بدقماش نہیں تھے بلکہ انتہائی پاک طینت لوگ تھے جن سے بتقاضائے بشریت غلطی ہوئی اور اس کی وجہ سے خود اپنے ضمیر کی ملامت کی وجہ سے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر گناہ کا اقرار کیا اور آپ ﷺ سے مطالبہ کیا کہ انہیں اس گناہ کی گندگی سے پاک کیا جائے جیسا کہ ماعز اسلمی کا بار بار یہ کہنا کہ "طهرني يا رسول الله ﷺ "اور آپ ﷺ کا ان کے بارے یہ فرمانا کہ "تاب توبة۔۔۔الحدیث "چنانچہ معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ تکوین کا حصہ تھا اور اس کا مقصد یہ تھا کہ قیامت تک کیلئے مؤمنین سے حرج دفع ہو جائے جیسا کہ قرآن پاک میں ایک دوسرے واقعے میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: کی لا یکون علی المومنین حرج فی ازواج ادعیائھم یعنی اللہ تعالی نے اپنے حکم پر عمل ہی اس لئے کروایا تاکہ مؤمنین سے حرج دور ہو۔

فائدہ :

آپ ﷺ کے سامنے یہود کے فیصلے کے حوالے سے دو کمزوریاں آئیں۔

ا۔قصاص کے حوالے سے عدم مساوات اس لئے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا کہ "اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ"(سورة مائده :٤٥)اور اسی طرح ارشاد فرمایا کہ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ۔(سورہ مائدہ :۴۲)

قال الجصاص: انما نزلت فی الدیة بین بنی قریظة و بین بنی نضیر کہ یہ آیت بنی قریظہ اور بنی نضیر کے مابین دیت کے مسئلہ میں نازل ہوئی تھی۔چونکہ قصاص حقوق العباد میں سے ہے اس لئے یہ اختیار دیا گیا کہ ان کے آپس کے معاملات کو انہی پر چھوڑ دیا جائے یا پھر وہی دوامی فیصلہ جو اس شریعت کا بھی ہے یعنی قصاص میں مساوات کر دیا جائے۔لیکن حد زنا کا تعلق حقوق اللہ سے ہے اس لئے اس میں آپ ﷺ کو یہ اختیار نہیں دیا گیا کہ آپ ﷺ چاہیں تو فیصلہ نہ فرمائیں بلکہ یہاں آپ ﷺ کو یہی حکم دیا گیا کہ تمام شریعتوں کے مشترکہ قانون کو آپ ﷺ زندہ فرمائیں۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ هُمْ(سورہ مائدہ: ٤٩)چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے سزائے رجم کے نفاذ کے موقع پر ارشاد فرمایا :اللهم انی اول من احیا امرك اذ اماتوه "کہ اے اللہ ان لوگوں کے تیرے حکم کو پس پشت ڈال دینے کے بعد میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے اس کو پھر سے زندہ کیا ہے"۔